دینی بصیرت: مقام معظم رہبری کی نظر میں

تالیف: مہدی محمد طاہری*
ترجمہ: شیخ مولانا ممتاز علی

خلاصہ

بصیرت کا مطلب، بینائی، ہوشیاری اور یقین ہے۔ صراط مستقیم پر چلنا اور حقیقت تک پہونچنا صرف دینی بصیرت، ہوشیاری، قلبی یقین اور دل سے قبولیت کے ساتھ ممکن ہے، کیونکہ مادی غبار آلود وسوسہ اور حق و باطل سے پر فضا میں صاحب بصیرت راستہ پہچان کر قدم رکھتا ہے اسی وجہ سے دینی تعلیمات اور شرع مقدس میں ہمیشہ بصیرت پر زور دیا گیا ہے اور اسے کمال تک پہونچنے کا ذریعہ کہا گیا ہے۔

اگر انسان اپنی روح کی پرورش کرے تو ایسی صورت میں اس کے کچھ احساسات میں ایسی فہم و بصیرت پیدا ہو گی کہ اس کی روشنی میں وہ بہت سے حقائق تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ تطہیر، پاکیزگی نفس، غبار سے صفائی اور عقل انسانی کی راہ میں آنے والے موانع کو دور کرکے انسان حق و باطل، پاکی اور ناپاکی کی تشخیص کر سکتا ہے یہ اس صورت میں ممکن ہے جب دینی بصیرت کے ساتھ انسان دانائی، قلبی یقین اور ایمان پر دسترس رکھتا ہو۔ اس رخ سے بصیرت موارد تقویٰ میں داخل ہے اور حکمت عملی و عقلی پر ناظر ہے تاہم حکمت نظری سے مرتبط نہیں ہے۔ ناپاکی پر تقویٰ کی مہار ڈال کر، عقل و بصیرت کی نور افشانی کی زمین ہموار کرتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت آیت اللہ خامنہ ای نظام جمہوری اسلام کے سربراہ اور دین شناسی کے ماہر کی حیثیت سے بصیرت کو راہ حق و باطل کی شناخت کا سبب جانتے ہیں اور اسے جادہ حقیقت سے منحرف نہ ہونے کا عامل گردانتے ہیں۔

*کارشناس ارشد علوم سیاسی دانشگاہ آزاد واحد تہران مرکز

کلیدی الفاظ
رہبری، بصیرت، دینی معرفت شناسی، فتنہ، دینی بصیرت

مقدمہ

حوادث کی اجمالی تحقیق اور افراد و تاریخ کی بلندیوں کے مشاہدہ کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ کامیابی اور کامرانی تک پہونچنے یا نہ پہونچنے کا بصیرت سے بہرہ برداری کے بقدر تعلق رہا ہے۔ بصیرت کی حصہ داری میں صرف انفرادی پہلو اہم نہیں ہے بلکہ زندگی کا اجتماعی پہلو بھی بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے اسی وجہ سے دینی مسائل کے ماہرین عوام کی بصیرت میں حصہ داری پر ہمیشہ زور دیتے اور اسے صراط مستقیم کا لازمہ قرار دیتے رہے ہیں۔

نظام جمہوری اسلامی کی تشکیل اور اس کا ثبات ایرانی عوام کی بصیرت کی دین ہے اور اس کا برقرار رہنا بھی صاحب بصیرت اور مومن عوام کے ادراک وایمان کا نتیجہ ہے ابتدائی انقلاب سے آج تک نظام اسلامی مختلف فتنوں سے ہو کر گذرا ہے لیکن یہ خدا پر توکل اور عوام کی بصیرت کا نتیجہ ہے جو یہ نظام منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے۔ انہیں فتنوں کی بنا پر امام خمینیؒ اور حضرت آیت اللہ خامنہ ای نے ہمیشہ بصیرت کی تاکید کی اور اس میں اضافہ کے لئے عوام کی رہنمائی فرمائی۔

سال گذشتہ کے حوادث میں رہبر معظم نے بصیرت میں اضافہ کی تاکید کے ذریعہ چہار جانب سے اٹھنے والے فتنوں کے بیرونی عوامل کے شر سے نظام اسلامی کو نجات دی اور آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ انحراف میں لغزشوں سے بچنے کا واحد ذریعہ بصیرت ہے۔

اس مقالہ میں مفہوم بصیرت اور بصیرت دینی کی معرفت کے لیے رہبر معظم کی نگاہ سے پہلے بصیرت دینی کے مفہوم کی شناخت کرائی گئی ہے پھر تعریف دین کی تحقیق کو جاری رکھتے ہوئے جزو دوم میں دینی بصیرت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور آخر میں مقالہ کا اصلی مضمون یعنی کسب بصیرت کی راہیں اور اس کے مواقع کی شناخت کے ساتھ بصیرت کے نتائج اور ماحصل بیان کئے گئے ہیں۔

رہبر معظم کے کلام میں دینی بصیرت کا مفہوم

ا۔ بصیرت

لفظ " بصیرت " لغت میں غیرت، دین میں ثبات، حجۃ، کسی چیز میں استبصار دانائی، بینائی، دل کی بینائی، ہوشیاری، زیرکی اور یقین کے معنی میں (معین ۷۴ ۱۳ ص ۵۴۶)

بصیرت مادہ" بصر " سے ماخوذ ہے اور بصر کے معنی بینائی، دیکھنا، اشیاء کا حسی مشاہدہ اور نظر کرنے

کے ہیں۔ لفظ بصیرت قلبی عقیدہ، قلبی معرفت، ہوش مندی اور آگاہی وغیرہ کے معنی میں ہے۔

رہبر معظم بصیرت قلبی کی تعریف میں فرماتے ہیں " راستہ نہ بھولنا، اشتباہ نہ کرنا، بے راہ روی اور کجروی کا نہ ہونا، خناسوں کے وسوسہ کا اثر قبول نہ کرنا، کام اور مقصد میں اشتباہ نہ کرنا، بصیرت ہے۔" (مقام معظم رہبری کی سائیٹ سے ماخوذ ۱۹/ ۱۰ / ۱۳۹۰)

بصیرت کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ " بصیرت نورافگن ہے، قبلہ نما ہے بیابان میں قطب نما کی حیثیت رکھتی ہے اگر ایسی جگہ کوئی قطب نما کے بغیر چلتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ کسی مقام تک اتفاقی طور پر پہونچ جائے لیکن ایسا کم ہی ہوتا ہے اکثر سرگرداں، حیرت زدہ اور مشکلات وزحمات میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ لاحق رہتا ہے، اگر قطب نما نہ ہو اور دشمن سامنے ہو تو دشمن کے محاصرہ میں گھر جانے کا خطرہ موجود ہوتا ہے، ایسے میں بڑی مشکل ہو جاتی ہے لہٰذا بصیرت قطب نما اور تاریک فضا میں روشنی پہونچانے کا ذریعہ ہے یہی راستہ دکھاتی ہے۔" (حوالہ مذکور ۴/ ۸ / ۱۳۸۹) بصیرت کے سلسلہ میں جو تعریفیں بیان کی گئی ہیں اگر ان کا ایک جملہ میں خلاصہ کیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ سیاسی پیچیدہ مسائل کے پیچھے جو کچھ پوشیدہ ہے اسے پہچاننے والی انسانی تیز بینی کو بصیرت کہتے ہیں۔ (حوالہ مذکور، ۵/۵/ ۱۳۸۸)

موانع اور چیلنج کی صورت میں جو شئے انسان کو انحراف اور لغزش سے بچانے کی طاقت رکھتی ہے اس عامل کا نام بصیرت ہے۔

۲۔ مرادف بصیرت اصطلاحیں اور عبارتیں۔

قرآن اور اسلامی روایات میں ایسے الفاظ موجود ہیں جنہیں لفظ بصیرت کا مرادف کہا جاسکتا ہے مثلاً

۱۔ نور۔ بصیرت کے مساوی معنی کے لیے ایک لفظ، لفظ نور ہے خدا نے بصیرت کے معنی ظاہر کرنے کے لیے قرآن مجید میں لفظ نور استعمال کیا ہے، "اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر واقعی ایمان لے آؤ تاکہ خدا تمہیں رحمت کے دو حصے عطا کرے اور تمہارے لئے ایک ایسا نور (روشنی) قرار دے جس کے ساتھ تم چل پھر سکو۔" (سورہ حدید، آیت ۲۸)

صاحب جامع الاسرار اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ خدا کا ارشاد ہے کہ نور علی نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء (سورہ نور، آیت ۳۵) اور من لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ من نور (سورہ نور، آیت ۴۰) روشنی پہ روشنی ہے اللہ جس کی چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اللہ جس کے لئے روشنی نہ قرار دے اس کے لئے کوئی روشنی نہیں ہے۔" کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ جب تک نور حق حاصل نہ ہو وہ سالک کے دل وجان پر اپنی روشنی نہ بکھیرے اس وقت تک اسے بصیرت نہیں حاصل ہو سکتی۔ نور

حق سرمہ چشم بصیرت ہے۔ مورد عنایت حق قرار پانے کے لئے اہل مجاہدہ کی تمام تر کوششیں ہوا کرتی ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ نور حق ان کے دلوں پر پرتو فگن ہو۔ (سید حیدر آملی ۱۳۴۷ ص ۵۱۰)

۲۔ فرقان، بصیرت سے بہت ہی قریبی معنی ہیں۔ قرآن میں استعمال ہونے والا ایک لفظ، لفظ فرقان ہے یعنی حق و باطل کو جدا کرنے والی طاقت

اسی طرح بہت سی روایتوں اور حدیثوں میں معصومین علیہم السلام سے دوسری لفظیں اور عبارتیں بھی وارد ہوئی ہیں مثلاً لفظ (بیداری) عقل، معرفت، علم وحکمت بھی بصیرت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۳۔ دین۔ یہ لفظ لغت ہیں حکم، معین دستور کے مطابق اطاعت، انقیاد اور خضوع کے معنی میں آیا ہے، جزاء اور پاداش کے معنی میں بھی ہے، قرآنی اصطلاح میں ایک مکتب فکر کے مجموعہ کا نام دین ہے جس میں عقائد، اخلاق اور احکام شامل ہوتے ہیں۔

اس بنا پر یقیناً، اقدار، اعمال اور روش وغیرہ کے مجموعہ کو دین سمجھا جاسکتا ہے جس کی نوع نگاہ جہاں بینی (ہستی شناسی) اور کسب شناخت، روش (روش شناسی، معرفت شناسی) اسے روشن کرتی ہے۔

دین کی تعریف میں شہید بہشتی تحریر فرماتے ہیں۔" انسانی معاشرہ کی بے شمار چیزوں میں ایک شئے ایسی بھی نظر آتی ہے جسے مذہب (دین) کہا جاتا ہے ان تمام چیزوں میں اس چیز کو انفرادی حیثیت حاصل ہے۔مذہب (دین) کی سیدھی سادی تعریف کچھ اس طرح ہے۔"غیر مادہ پر ہر نوع کا ایمان واعتقاد (دین) ہے چاہے وہ جس طرح تصور ہو اور جس مرحلہ میں بھی موجود ہو۔" ظاہر ہے کہ ایسے اعتقاد وایمان کے ساتھ ایک معین تعلیم، آداب وسنن کا سلسلہ بھی ہوتا ہے جنہیں مذہبی (دینی) تعلیم وسنن وآداب کہا جاتا ہے۔

حضرت آیت اللہ خامنہ ای احکام کی پابندی، قبول، یقین اور تسلیم کے معنی میں دین کی تفسیر کرتے ہوئے دین اسلام کی تعریف بیان فرماتے ہیں کہ "دین تدین کے معنی میں ہے یعنی احکام اسلامی کی پابندی، قبولیت، یقین اور تسلیم کا نام اسلام ہے روایت میں بھی ایسا ہی ہے اور قرآن بھی یہی کہتا ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام ۔ اور" من اسلم وجھہ للہ" کا مطلب کیا ہے یعنی خدا کی طرف اپنا رخ کرلو احکام شرعی میں اس کا مظہر یہی ہے (مقام معظم رہبری کی سائیٹ ۲۳/ ۵/ ۱۳۶۹)

۴۔ دینی بصیرت

آگاہی اور شناخت کی خاص نوعیت کو دینی بصیرت کہا جاتا ہے یہ صرف نظری اور فکری معرفت

وشناخت نہیں ہے۔ بلکہ قلبی معرفت اور اندرونی شناخت ہے جو عبادت اور تقوے کے وسیلہ سے حاصل ہوتی ہے۔

دینی بصیرت کے حصول کے راستے

ولایت کے عظیم نظریہ کے اعتبار سے حق و باطل کی پہچان کے عامل کو بصیرت کہا جاتا ہے لہذا اسے حاصل کرنے کے لیے انسان کو مخصوص صفات اور شرائط کا حامل ہونا چاہئے تاکہ حقیقی بصیرت کے حصول کے ذریعہ غبار آلود حالات میں وہ حقیقت کو درک کرلے۔

ا۔ جہان طبیعت کا توحیدی نقطہ نظر

اس سلسلہ میں ولی امر مسلمین فرماتے ہیں کہ " جہان طبیعت کے توحیدی نقطہ نگاہ سے جہان بینی اور توحیدی مفاہیم کے اساسی فہم میں انسان ایک بصیرت حاصل کرتا ہے۔ توحیدی نقطہ نظر سے یہ دنیا ایک نظام کا مجموعہ ہے۔۔۔ ہم بھی اسی طبیعت کا جز ہیں ہمارا وجود، ہماری خلقت اور ہماری زندگی بامقصد ہے ہم اس دنیا میں بے مقصد نہیں ہیں یہ توحیدی نقطہ نگاہ کا لازمہ ہے۔۔۔ جب ہم نے یہ سمجھ لیا کہ ہم بامقصد ہیں تو پھر اس مقصد کی جستجو میں ہم نکلتے ہیں اس صورت میں پوری زندگی کوشش ہے اور وہ بھی بامقصد کوشش (حوالہ مذکور ۱۴/ ۸/ ۱۳۸۹)

۲۔ مادی معرفت سے پرہیز

رہبر محترم کی نظر میں دنیا کا مادی نقطہ نگاہ، انسان سے روح امید و کوشش چھین لیتا ہے اور ایسی فکر انسان کی تباہی کی زمین ہموار کرتی ہے۔ " مادی نقطہ نظر انسان کی پیدائش اور اس کے وجود کو بے مقصد بتاتی ہے۔ اسے یہ نہیں معلوم کہ انسان دنیا میں کیوں آیا ہے، البتہ وہ خود اپنے لئے مقاصد بیان کرتا ہے۔ وہ دولت، عشق عہدہ جسمانی لذت اور علمی لذت تک پہونچنا چاہتا ہے، وہ اپنے یہ سب مقاصد بیان کرتا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی طبیعی مقصد نہیں ہے یہ تمام مقاصد اس کے وجود کے لیے لازمی نہیں ہیں۔ اگر خدا پر عقیدہ نہ ہو تو عدالت واخلاقیات بے معنی ہیں، ایسے میں ذاتی لذت اور منفعت کے سوا ہر شئے بے معنی ہو جاتی ہے۔ اگر ذاتی منفعت کے لئے کسی کو ٹھوکر سے زخم پہونچے تو اسے نقصان پہونچا اور خسارہ ہوا اگر اسے کوئی فائدہ نہیں پہونچا اور وہ کوئی کوشش بھی نہیں کر سکا تو یاس وناامیدی پھر خودکشی اور کسی نامعقول کام کی نوبت آتی ہے۔ لہذا توحیدی نقطہ نگاہ اور مادی نقطہ نگاہ میں معرفت الٰہی اور معرفت مادی کا فرق ہے اور یہی بصیرت کی بنیاد ہے" (حوالہ مذکور)

۳۔ تقویٰ

تقویٰ اور خدا پر ایمان بصیرت کا ایک اہم سبب ہے قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے" اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو خدا تمہیں حق کو باطل سے جدا کرنے کی طاقت عنایت فرمائے گا (سورہ انفال، آیت ۲۹)

استاد مرتضیٰ مطہری نے قرآن کی ان متعدد آیات کا استخراج اور استعمال کیا ہے جن میں بصیرت یا اس کے مرادف الفاظ موجود ہیں آپ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں" قرآن مجید میں تقوے کے دو اہم اثرات کا تذکرہ موجود ہے ان میں سے ایک شئے روشن بینی اور بصیرت ہے سورۂ انفال کی آیت ۲۹ میں ارشاد ہوتا ہے کہ "اگر تم تقوائے الٰہی کے حامل ہو تو خدا تمہیں تشخیص اور تمیز دینے کی صلاحیت سے نوازتا ہے" نیز یہ بھی فرماتا ہے کہ " تم تقوائے الٰہی اختیار کرو خدا تمہیں تعلیم دیتا ہے"۔ وہ فرماتے ہیں کہ یکے بعد دیگرے ان دونوں جملوں کی آمد بتاتی ہے کہ تقوے میں تاثیر موجود ہے انسان خدا کی دی ہوئی تعلیمات سے بہرہ ور ہوتا ہے" (مطہری، ۱۳۸۱، ص ۱۰۷)

رہبر معظم گناہ سے پرہیز اور اپنے آپ کو صراط مستقیم کے سپرد کردینے کو تقویٰ کہتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ " خطا، گناہ، اشتباہ، آلودگی، ناپاکی انحراف اور ہوس کی پیروی سے اجتناب کا نام تقویٰ ہے، دل کو خط مستقیم کے حوالہ کردینا اور مختلف میدانوں میں فرائض کی ادائیگی تقویٰ ہے۔ اس سے تقوے کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔ ہر راستہ میں توفیق کی شرط تقویٰ ہے۔ یہ محض دین سے مخصوص نہیں ہے البتہ دینی تقویٰ بہت واضح، روشن، شیرین اور نیک انجام ہے۔" (رہبر معظم کی سائیٹ ۱۹/ ۱۱/ ۱۳۶۹)

۴۔ یاد خدا

یاد خدا سے بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے اس سلسلہ میں رہبر معظم فرماتے ہیں کہ " یاد خدا اور منزل مقصود کی فکر کی وجہ سے انسان کی تھکن زائل ہوتی ہے یہ معرفت اور بصیرت کی بنیاد ہے۔ بصیرت بہت ضروری شئے ہے ہمیں اسے خود ہی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے معاشرہ میں تمام انسانی کوشش اور رزم آرائی کی زمین یہی بصیرت ہموا کرتی ہے (حوالہ مذکور ۱۴/ ۸/ ۱۳۸۹)

۵۔ توبہ

احادیث اور روایات اسلامی میں توبہ کی ہمیشہ تاکید کی گئی ہے اس سے انسان پاک ہوتا ہے، اس کا باطن بصیرت کسب کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے، رہبر محترم کی نظر میں خدا کی طرف بازگشت اور اخروی کمال کے میدان میں اترنے کا نام توبہ ہے آپ فرماتے ہیں۔" توبہ یعنی خدا کی طرف بازگشت اس

بناپر استغفار توبہ کاایک رکن ہے یعنی خدا سے طلب مغفرت ایک بہت بڑی نعمت ہے، خدانے اپنے بندوں پر توبہ کادروازہ کھول رکھا ہے تاکہ وہ کمال کے راستہ پر آگے بڑھیں اورگناہ سے مفلوج نہ ہوجائیں کیونکہ گناہ انسان کو انسانی بلندی سے پستی کی طرف ڈھکیل دیتاہے ہرگناہ انسان کی روح اس کے صفائے باطن، معنویت اور روحانی عزت پر ضرب کاری ہے، گناہ روح انسانی کی شفافیت کو ختم کرتااور اسے گدلابنادیتاہے، انسان کے اس معنوی پہلو کو میلا کردیتاہے جواسے اس عالم مادہ میں تمام موجودات سے ممتاز بناتاہے۔ معصیت انسان کو جمادات اور حیوانات کی صف سے نزدیک کردیتی ہے۔" (حوالہ مذکور ۲۸ / ۱۰ / ۱۳۷۵)

۶۔ذکرخدا

ذکر خدا مومن کی بڑی نمایاں خصوصیت ہے وہ ہر حال میں یاد خدامیں مشغول رہتاہے اور یہ یاد اسے بصیرت عطاکرتی ہے جس سے غبار آلود فتنوں کے زمانہ میں حق وباطل میں تشخیص کی قوت حاصل ہوتی ہے۔ رہبر معظم اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ " خداکا بہت زیادہ ذکرکیاکرو، ذکر یعنی یاد خدا، ذکر اور یاد غفلت اور نسیان کے مقابل کی چیز ہے۔ مختلف حوادث اور عوارض میں غرق ہوکر اصلی موضوع سے غافل ہوجاناہی آدمی کی بہت بڑی مصیبت ہے۔ (حوالہ مذکور ۳/ ۶/ ۱۳۸۶)

۷۔پیغمبرؐ کی پیروی

دین مبین کی تبلیغ اور اپنی سیرت میں پیغمبرؐ نے بصیرت کو اپنے اقدامات کانمونہ بنایا ہے حضرت آیت اللہ خامنہ ای کااس سلسلہ میں کہنا ہے کہ " پیغمبرؐ اکرم بصیرت کے ساتھ اقدام کرتے تھے آپ کے پیروکاراورآپ کی فکر کادفاع کرنے والے بھی بالصیرت افراد تھے۔ (حوالہ مذکور ۱۵ / ۷/ ۱۳۸۸)

اس بناپر خالص محمدی اسلام میں قدم رکھنے کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نمونہ قرار دینا بصیرت میں اضافہ کا سبب ہے رہبر معظم خامنہ ای فرماتے ہیں" خدانے ہم مسلمانوں کو زندگی کے ہر شعبہ میں سرکار دو عالم کی پیروی کاحکم دیاہے آپ صرف گفتار ہی میں نہیں بلکہ راہ وروش، ہیئت زندگی دوسرے لوگوں اوراپنے گھروالوں کے درمیان طریقۂ معاشرت، دوستوں کے ساتھ سلوک، دشمنوں اور غیروں کے ساتھ معاملہ، ضعیف اور قوی کے ساتھ برتاؤ، غرضکہ ہر جگہ نمونۂ عمل ہیں۔ ہمارا اسلامی معاشرہ اس وقت حقیقی مکمل اسلامی معاشرہ کہا جائے گاجب وہ سیرت پیغمبرؐ کے مطابق ہو اگر صد فی صد آپ کی سیرت کاآئینہ نہیں ہے تو کم سے کم اس سے شباہت کا پایا جانا ضروری ہے ہمارا عمل نبی اکرمؐ کی

زندگی کے برعکس نہیں ہونا چاہئے بلکہ اسی راہ وروش ہمارا گامزن رہنا ضروری ہے۔(حوالہ مذکور ۵/ ۷/ ۱۳۷۰)

۸۔اپنے زمانہ کے ولی امر کی شناخت

اسلام میں اپنے وقت کے ولی امر کی شناخت کا مرتبہ بہت بڑا مرتبہ ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی امام کی معرفت کے بغیر مرجائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے(امینی، ۱۳۶۶، ص ۳۶۰)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں ہمارے شیعوں میں سے کوئی اس وقت تک بصیرت تک نہیں پہونچ سکتا جب تک ہماری معرفت کے ساتھ نورانیت تک نہ پہونچے پس جب وہ ہمیں اس مرتبہ تک پہچان لیں گے تو بصیرت تک پہونچ جائیں گے۔(مجلسی ۱۴۰۳، ص ۷)

عمار یاسر ایسے صاحب بصیرت ہیں جو اپنے زمانہ کے ولی کی حقانیت کے سلسلہ میں جہاد کرنے پر آمادہ ہوگئے اور اسی راستہ میں شہید بھی ہوئے یقیناً وہ شہید راہ ولایت کا بہت بڑا نمونہ ہیں۔ شہید مطہری عمار یاسر کو بصیرت کامل کا بہت بڑا نمونہ اور مصداق سمجھتے تھے وہ اس بات کے معتقد تھے کہ حضرت عمار یاسر دشمنوں سے ذرہ برابر بھی خوف یا کسی وہم میں مبتلا نہیں تھے فرماتے ہیں کہ " وہاں ایسے بھی افراد تھے جو مکمل بصیرت کے حامل تھے ان کے راس ورئیس جناب عمار یاسر تھے۔ عمار لڑتے جاتے تھے اور فرمارہے تھے کہ ہم کل تنزیل قرآن پر لڑتے تھے اور آج تاویل قرآن پر جنگ کررہے ہیں جب قرآن کے ظاہری نعروں کے ساتھ معاویہ کا پرچم بلند ہوا تو عمار یاسر نے فرمایا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ یہ بدر واحد کے پرچم اور اس پرچم کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ لشکر امیر المومنینؑ میں آپ ایک بھاری بھرکم شخصیت تھے۔(مطہری ۱۳۷۸، ج ۲۵، ص ۱۹۷)

رہبر انقلاب بھی جناب عمار یاسر کی بابصیرت شخصیت کی توصیف کرتے ہوئے فتنوں میں خاموش رہنے، کنارہ کشی اختیار کرنے کو مدد سے تعبیر کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ " ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ صفین میں جناب عمار گرج دار تقریر فرمارہے ہیں اس لئے کہ وہاں فتنہ برپا تھا اور مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں نبرد آزما تھے۔ ایک گروہ شبہ کی حالت میں تھا۔ حضرت عمار مسلسل روشنی پھیلانے میں مصروف تھے۔۔۔ دوسری طرف (عبد اللہ بن مسعود کے ساتھی) علیؑ کے پاس آئے اور کہنے لگے امیر المؤمنین ! " اناقد شککنا فی ھذی القتال"اے امیر المومنین ہمیں اس قتال میں شک ہے ہمیں ایسی سرحد پر بھیج دیں جہاں ہم اس قتال میں شریک نہ ہوسکیں: (یعنی وہ امیر المومنین مان بھی رہے تھے) اور اس جنگ سے دامن بھی چھڑا رہے تھے ان کی نگاہوں کے سامنے وہ تھا جس سے دودھ نکالا جائے اور وہ پیٹھ تھی جس پر سواری کی جائے۔ کبھی سکوت، کنارہ کشی، اور بات نہ کرنا فتنہ میں

تعاون شمار کیا جاتا ہے فتنہ کے موقع پر ہر ایک کو روشن فکر اور صاحب بصیرت ہونا چاہیئے۔(مقام معظم رہبری کی سائیٹ ۲/ ۰۷/ ۱۳۸۸)

یہی وہ مقام ہے جہاں ولی زمانہ اور دینی بصیرت کے درمیان نہ ٹوٹنے والا رشتہ نمایاں ہوتا ہے کیونکہ اولیاء (پیغمبرؐ اور ائمہؑ) کی ولایت قبول کرنا اور ان کے برحق وارثین (ولایت فقیہ) کو قبول کرنا (ولایت فقیہ ائمہ معصومین کی ولایت کا تسلسل ہے) ولایت خدا کی قبولیت کے مرادف ہے۔ توحید پر ایمان دینی عقائد کے سامنے سر تسلیم جھکانا۔ مسلمانوں کے زمرہ میں شامل ہونا، صراط مستقیم پر گامزن ہونا اور ہدایت پا جانا ہے، بصیرت کے اہم راہوں کی توضیح وتفصیل سے اس کا تسلسل قائم ہوتا ہے اس طرح پھر دینی بصیرت کے موانع کی تحقیق شروع ہوتی ہے۔

دینی بصیرت کے موانع

حق وحقیقت کی شناخت کے سلسلہ میں کچھ باتیں رہبر معظم کی نظر میں دینی بصیرت میں رکاوٹ ہیں منجملہ ان کے مندرجہ ذیل چیزیں ہیں جنہیں موانع شمار کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ مادی رجحان

مادیت کی طرف رجحان اور نفسانیت کو رہبر معظم نے کسب بصیرت میں رکاوٹ اور مانع سمجھا ہے اور ذکر خدا سے غفلت کو آپ دلیل کے طور پر پیش فرماتے ہیں۔ آپ کا کہنا ہے کہ " کامیابی کے لئے فقط بصیرت اختیاری یا جزئی نہیں ہے بلکہ یہ لازمی شرط ہے۔۔۔ بعض افراد حقائق سے آشنا ہیں لیکن اظہار اور اقدام کا ارادہ نہیں رکھتے۔ حق ودفاع کے موقع پر کھڑے نہیں ہوتے البتہ اس کی بھی وجہیں ہیں کبھی عافیت پسندی کبھی علیحدگی پسندی، کبھی ہوائے نفس، کبھی خواہشات، کبھی ذاتی مفادات اور کبھی ہٹ دھرمی اقدام نہ کرنے کی علتیں ہیں۔۔۔ بہت سے افراد واقف کار ہوتے ہیں حقیقت جانتے ہیں پھر بھی مخالف جہات میں مدد کرتے ہیں اس سے دشمن کو تقویت مل جاتی ہے یہ سب ہوائے نفس، خواہشات اور مادیات کی دین ہیں اور سب کی جڑ ذکر پروردگار سے غفلت ہے، اپنے فریضہ سے غفلت موت اور قیامت سے غفلت ہے جس کی وجہ سے وہ حق سے تقریباً ۱۸۰ ڈگری منحرف ہوجاتے ہیں۔ (حوالہ مذکور ۴/ ۰۸ / ۱۳۸۹)

۲۔ چشم پوشی

تاریخ میں ایسے بہت سے افراد یا گروہ گذرے ہیں جن کی چشم پوشی نے اسلام اور مسلمانوں کے

درمیان اقتدار کو نقصان پہونچایا ہے اس کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں۔ تاریخ جنگ صفین کی تشریح میں حقیقت سے چشم پوشی کو رہبر معظم بے بصیرتی کی دلیل سمجھتے ہیں۔" جنگ صفین میں معاویہ کا لشکر شکست سے قریب تھا اس نے اپنے بچاؤ کے لئے بہانہ تلاش کیا کہ قرآن کو نیزہ پر بلند کر دیا جائے۔۔۔ اور یہ اعلان کر دیا کہ قرآن ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے۔۔۔ لشکر امیر المومنینؑ نے جب یہ منظر دیکھا تو کہا کہ ہاں یہ اچھی بات ہے۔۔۔ یہ وہ موقع تھا جہاں یہ لشکر دھوکہ کھا گیا۔۔۔ اگر وہ سمجھنا چاہتے تو حقیقت ان کی نگاہوں کے سامنے تھی۔۔۔ امیر المومنینؑ ہماری نظر میں اللہ ورسول کی طرف سے منصوب (امام) تھے لیکن جو اسے قبول نہیں کرتے تھے وہ بھی اس حقیقت سے واقف تھے کہ خلیفۂ سوم کے بعد تمام مسلمانوں نے علیؑ کی بیعت کر لی تھی۔۔۔ وہ اس چیز کو دیکھ اور سمجھ سکتے تھے۔ کیا یہ مسئلہ بہت مشکل مسئلہ تھا؟ کیا کوئی ایسی بات تھی جو سمجھ میں آنے والی نہیں تھی لیکن انہوں نے یہاں کوتاہی کی اور یہی بے بصیرتی ہے" (حوالہ مذکور)

۳۔ غفلت

کسب بصیرت میں غفلت بھی رکاوٹ کا سبب ہے تاریخ میں دشمنوں نے ملت ایران کی غفلت سے ہمیشہ فائدہ اٹھایا اور اپنے ناجائز مقاصد میں کامیابی حاصل کی ہے ان میں سے قضیہ مشروطہ اور شیخ فضل اللہ کے قتل کی طرف اشارہ کرنا کافی ہوگا۔ قضیہ مشروطہ میں مغرب کے رخنہ کی کیفیت کو دشمن کی پہچان کی مثال پیش کرتے ہوئے رہبر محترم نے فرمایا: "عداوتوں کا پہچاننا بے حد ضروری ہے۔۔۔ ہم یہاں مسئلہ بصیرت کی جو تکرار خواص کے لئے کر رہے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ کبھی بنیادی مسئلہ میں عداوت سے غفلت ہوتی ہے اور لوگ اسے جزئی مسائل پر حمل کرتے ہیں افسوس ہے کہ صدر مشروطہ میں بھی یہی معنی ہمارے لئے موجود تھا۔۔۔ مثلاً شیخ فضل اللہ نوری ان کی آنکھوں کے سامنے پھانسی پر لٹکا دیئے گئے اور ان کے اندر کوئی حرکت نہیں پیدا ہوئی پھر جن افراد نے اس حساس مسئلہ کو کوئی اہمیت نہیں دی شیخ فضل اللہ کے بعد وہ خود ان کے تعرض کا شکار ہوئے ان کی بے عزتی کی گئی خود انہیں کے منہ پر طمانچہ لگا بعض کی جان گئی بعض افراد کی عزت داؤ پر لگی، ان لوگوں سے ایسی غلطی سرزد ہوئی اس طرح کی غلطی ہم سے سرزد نہیں ہونی چاہئے (حوالہ مذکور ۶/ ۱۲ / ۱۳۸۸)

۴۔ عدم تدبر

مسلمانوں کی معرفت اور تفکر کی بنیاد تدبر اور تعقل ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

" تمہاری عقل تمہیں گمراہی اور نجات کا راستہ دکھانے کے لئے کافی ہے " (نہج البلاغہ) لہٰذا جو شخص تدبر نہیں کرتا وہ نفسانی خواہشات کے دام میں گرفتار ہو جاتا ہے اور حوادثات کے سلسلہ میں تعقل کے بغیر پہلے ہی سے فیصلے کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اتنی بصیرت کافی ہے کہ انسان دوستی، دشمنی اور ہوائے نفس کے دام میں گرفتار نہ ہو انسان بس اتنا ہی غور وفکر کرلے تو اسے واقعیت کا سراغ مل جائے گا بصیرت کا مطالبہ تدبر اور غور وفکر کے مطالبہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے اور اس وجہ سے ہر شخص کا کام بصیرت حاصل کرنا ہے جو اس کے لئے ممکن ہے (حوالہ مذکور ۴/ ۸/ ۱۳۸۹)

۵۔حب دنیا

انسان کی بصیرت کی راہ کا بہت بڑا روڑا حب دنیا بھی ہے۔ دنیا پرستی اور جاہ طلبی نور بصیرت زائل کر دیتی ہے اور اس کے وجود میں غرائز نازلہ پرورش پانے لگتے ہیں۔ امیر المومنینؑ اس سلسلہ میں ایک بڑی اچھی بات کہتے ہیں۔ " یقیناً دنیا دشواریوں اور فتنوں کی جگہ ہے جو اس کو طلب کرنا چاہتا ہے دنیا اسے ہلاک کر دیتی ہے جو اس کے پیچھے نہیں بھاگتا وہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہے جو اس کی طرف نگاہ کرتا ہے وہ اسے اندھا بنادیتی ہے (تمیمی آمدی ۱۳۶۶ ج ۲ ص ۶۳۷)

ولی امر مسلمین مذموم دنیا کی خصوصیت شمار کراتے ہوئے دوسروں کے حقوق پر زیادتی کو دنیا سے دل بستگی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ ان کا تجزیہ ہے کہ جس دنیا کو خدا نے تمام افراد بشر کے لئے بنایا ہے اس میں دوسروں سے زیادہ اپنا حصہ طلب کرنا اور دوسروں کے حصہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنا قابل مذمت دنیا ہے یہ دلبستگی حب الشئی یعمی ویصم کے تقاضے کے مطابق انسان کو اندھا اور گونگا بنادیتی ہے۔ پھر وہ اپنی پسندیدہ چیز کو حاصل کرنے میں کسی پابندی اور حد کی رعایت نہیں کرتا اور یہی مذموم دنیا ہے۔ دنیا سے دل لگانا، اپنے حق سے زیادہ حصہ مانگنا، دوسروں کے حق پر ہاتھ ڈالنا، دوسروں کے حق پر تجاوز کرنا وہ دنیا ہے جس کی مذمت کی گئی ہے، مال، مقام، قدرت، دنیا کی محبوبیت، طبیعی لذتیں یہ سب دنیا ہیں۔ (رہبر معظم کی سائیٹ ۳/ ۶ / ۱۳۸۷)

۶۔خواہشات اور لذتوں میں غرق ہو جانا

خواہشات اور لذات میں ڈوب جانا بھی حب دنیا اور دنیا پرستی ہے خواہشات اور عزائم حیوانی کے جو پہلو انسانوں میں موجود ہیں سلسلہ حیات کو جاری رکھنے کے لئے وجود ہستی کے یہ پہلو بے حد ضروری ہیں خدائے حکیم نے اسی مقصد کے تحت انسانوں میں اسے نہاں رکھا ہے لیکن ان میں غرق ہو جانے کے بعد

انسان، حیوان سے بھی زیادہ پست ہو جاتا ہے۔

لذت پرستی اور شہوت رانی، انسانی وجود کو تاریک اور دل کی آنکھوں کو نابینا بنادیتی ہے مولا علی فرماتے ہیں " جب ظاہری آنکھیں شہوت کو دیکھتی ہیں تو انسان کے دل کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں (تمیمی آمدی ۱۳۶۶ اص ۳۰۵)

رہبر عالی قدر بھی شہوت پرستی سے بچنے کی تاکید فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں غوطہ زن ہونے کے بعد انسان جہنم رسید ہو جاتا ہے۔ " شہوات کی خاصیت یہ ہے کہ ابتدا میں تو وہ شہوت ہیں لیکن اس کا استمرار جہنم بن جاتا ہے! جب کسی انسان پر شہوت حاوی ہو جاتی ہے تو وہ جہنم میں تبدلی ہو جاتی ہے یہ بشری شہوات کی خاصیت ہے۔ کسی انسان کا مدت مدید تک شہوات میں خوش رہنا ناممکن ہے۔ خدا نے ایسا کوئی انسان پیدا ہی نہیں کیا ہے۔۔ اگر کوئی تحقیق کرے تو یہ بات اس پر واضح ہو جائی گی یہ ایک مسلم اور واضح بات ہے۔ شہوتوں کا سلسلہ جہنم پر ختم ہوتا ہے۔ (رہبر محترم کی سائیٹ ۲/ ۱۰/ ۱۳۷۲)

۷۔ جہاد بالنفس کی فراموشی

یاد خدا کی فراموشی کا نتیجہ جہاد اکبر کی فراموشی ہے۔ ذکر خدا سے غفلت کی بناپر انسان حب دنیا میں اُلجھ جاتا ہے اس کے قدم تاریکی میں پڑتے ہیں۔ کسب بصیرت میں ناتوانی کی وجہ یہ بھی ہے، رہبر معظم عامل بصیرت اخلاص اور عین موقع پر عمل کرنے کو "جہاد بالنفس" کا نتیجہ قرار دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ "بصیرت پہلا عنصر ہے لہٰذا اسے فراموش نہیں کرنا چاہئے۔۔۔ دوسرا عنصر اخلاص اور تیسرا عنصر اندازہ کے مطابق وقت پر عمل ہے"۔ (حوالہ مذکور ۲/ ۸/ ۱۳۸۹)

دینی بصیرت کے آثار

۱۔ سرد جنگ کا مقابلہ

رہبر معظم نے ایسی جنگ کی بارہا تاکید کی ہے اور اس یورش میں مختلف دھڑوں کی رہنمائی فرمائی ہے آپ کہتے ہیں کہ " آج ہمیں کسی فوجی یورش کا خطرہ نہیں ہے۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ خطرہ مکمل طور پر ٹل گیا ہے لیکن یہ ضرور کہتا ہوں کہ اس کا احتمال اس وقت نہیں ہے لیکن ہمارے سامنے جو جنگ ہے، اگر فوجی حملہ سے زیادہ ہے اس کا خطرہ نہیں ہے تو کم بھی نہیں ہے فوجی جنگوں میں دشمن ہماری سرحدوں پر حملہ کرتا ہے اور وہ اسے توڑ کر اندر داخل ہونا چاہتا ہے۔ نفسیاتی جنگ میں جسے آج سرد جنگ کہا جاتا ہے، وہ معنوی سرحدوں کو توڑ کر ہمارے ایمان معرفت، عزم، پایہ اور نظام وملک کے اساسی نظام

اور قانون کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ (حوالہ مذکور ۲/ ۷/ ۱۳۸۸)

آپ نے دشمن کی سرد جنگ کے ساتھ مختلف محور پر تقسیم کرکے اس کی طبقہ بندی کچھ اس طرح کی ہے۔

الف: امید کی نشانیوں کو ختم کر دینا۔ امید کی علامتوں کو بھی مخدوش کر دینا چاہتے ہیں۔

ب: تفرقہ اندازی، دشمن کا ایک کام اختلاف پھیلانا ہے۔

ج: لوگوں کے اذہان کا رخ دشمن کی دشمنی سے موڑ دینا۔ میری نظر میں دشمن کی دوسری کوشش لوگوں کے ذہنوں کو دشمن کی دشمنی سے منحرف کر دینا ہے۔

د: ملک کی سیاسی فضا میں پراگندگی پیدا کرنا۔ سرد جنگ کے سلسلہ میں آج دشمن کی بڑی کوشش میں سیاسی فضا میں پراگندگی پیدا کرنا ہے۔ آج دشمن کا یہ بہت اہم کام ہے جس پر ہماری گہری توجہ کی ضرورت ہے (حوالہ مذکور ۴/ ۸/ ۱۳۸۹)

ھ: ایران نمونہ نہ بن پائے، جمہوری اسلامی کے خلاف پروپگنڈہ کا ایک بہت بڑا حصہ یہ بھی ہے کہ مسلمان ملتوں کے درمیان جمہوری اسلامی ایران ایک نمونہ بن کرنہ ابھر سکے (حوالہ مذکور ۱۹ / ۱۲/ ۱۳۸۹)

و: حقیقتوں کو الٹ کر پیش کرنا۔ "دشمن کی یہ بھی کوشش ہے کہ حقیقتوں اور واقعات کو برعکس پیش کیا جائے"۔ (حوالہ مذکور ۲ / ۸/ ۱۳۸۹)

اسی بنا پر یہ بات صدفی صد یقینی ہے کہ دشمن سرد جنگ چھیڑ کر ایران کے لئے ایک چیلنج کھڑا کرکے پہلے سے تیار کئے ہوئے نقشہ کی بنا پر جمہوری اسلامی کے مقدس نظام پر شدید ضرب لگانا چاہتا ہے۔

رہبر عالی قدر نے اس سرد جنگ میں دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے بصیرت کو شرط قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "بصیرت کا ہونا ضروری ہے معاشرہ کے منتخب روزگار افراد، سیاسی واقعات دور سیاسی احزاب سے انسان کی جو امیدیں وابستہ ہیں وہ یہ ہیں کہ ان واقعات اور دشمن کے ان خطوط کے ساتھ انسان بصیرت سے کام لے اگر بصیرت کے ساتھ مقابلہ کا عزم ہوگا تو ہمارے بہت سے رفتار کا بدل جانا ممکن ایسی صورت میں حالات بہتر ہونے کی امید پیدا ہو جائے گی" (حوالہ مذکور ۲/ ۷/ ۱۳۸۸)

شناخت ودفع فتنہ

۲۔ فتنہ کی شناخت اور دفاع. فتنہ ایک " اجتماعی مصیبت ہے یہ معاشرہ کو تباہی کی طرف ڈھکیل دیتا ہے۔ فتنہ آلود فضا میں اچھے برے حق، باطل اور دوست ودشمن کا پہچاننا بڑا مشکل کام ہے قرآن کریم نے سورہ انفال کی آیت ۲۵ میں اس خطرہ کو بڑے مناسب انداز میں پیش کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے " واتقوا

فتنة لا تصیبن الذی ظلموا منکم خاصة واعلموا ان اللہ شدید العقاب" اس فتنہ سے ڈرو جو وجود میں آنے کے بعد صرف تمہارے ظالموں سے مخصوص نہیں رہ جاتا۔ (وہ اچھے، برے دونوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے) اور یہ جان لو کہ خدا کا عذاب بہت سخت ہے۔

حضرت علیؑ نے خطبہ نمبر ۹۳ میں فتنوں کی خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "جب فتنے رونما ہوتے ہیں تو اپنا چہرہ حق کی طرح بنا کر پیش کرتے ہیں اور جب پشت پھیرتے ہیں تو (لوگوں کو اپنی ماہیت سے) آگاہ کردیتے ہیں۔ جب وہ رونما ہوتے ہیں تو ناشناختہ ہوتے ہیں اور جب ختم ہوجاتے ہیں تو اپنی پہچان چھوڑ جاتے ہیں۔ گردو غبار کی طرح فتنے گردش کرتے رہتے ہیں بعض شہروں میں حادثہ کا سبب ہوئے ہیں اور بعض شہروں سے گذر جاتے ہیں"۔

رہبر معظم فتنوں کو دوست، دشمن کی طرح ایک دوسرے سے ملا سمجھتے ہیں۔ دوست دشمن کو الگ الگ کردینا ہی آپ کی نظر میں مبارزہ کا ذریعہ ہے۔ " فتنہ " یعنی غبار آلود حادثہ جس میں انسان یہ نہیں سمجھ پاتا کہ دشمن کون ہے، غرض لیکر کون اس میدان میں وارد ہوا ہے اسے کون تحریک دے رہا ہے؟ فتنوں کو واضح کرکے ہی خاموش کیا جاسکتا ہے، جہاں وضاحت ہوجاتی ہے وہاں فتنوں کے ہاتھ کوتاہ ہوجاتے ہیں جہاں بے ہدف باتیں، کام، تیراندازی اور تہمتیں ہوں گی وہاں فتنہ انگیز خوش ہوں گے۔ حوالہ مذکور ۸/ ۵/ ۱۳۸۸)

فتنوں کے حالات پیدا کردینا، صحیح راستہ کی تشخیص نہ ہونے کی راہ ہموار کرنے کی غرض سے فضا کو غبار آلود بنادینا دشمنوں کی کوشش ہوتی ہے۔ رہبر معظم اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔" فتنہ کا مطلب یہ ہے کہ کچھ افراد ظاہری دوست اور باطنی دشمن بن کر میدان میں اترتے ہیں فضا کو غبار آلود بنادیتے ہیں جس میں دشمن اپنا چہرہ چھپا کر حملہ آور ہوتے ہیں"۔ (حوالہ مذکور ۲۹/ ۱۰ / ۱۳۸۸)

فتنوں کی غبار آلود فضا میں تشخیص حق کا بیان بہت سخت کام ہے خداوند عالم اپنے بندوں پر ہمیشہ حجت تمام کرتا ہے اس سلسلہ میں آپ کا کہنا ہے کہ " فتنہ زدہ" حالات میں کام اور تشخیص بہت مشکل ہے البتہ خداوند عالم ہمیشہ حجت تمام کرتا ہے اور وہ انسانوں کو یہ کہنے کا موقع نہیں دیتا کہ خدا یا تونے ہمارے لئے حجت تمام نہیں کی تو نے کوئی رہنما نہیں بھیجا لہٰذا ہم گمراہ ہوگئے۔ یہ بات قرآن میں مکرر بیان کی گئی ہے الٰہی ارشاد ہر جگہ موجود ہے البتہ اس کے لئے کھلی آنکھوں کا ہونا ضروری ہے۔ (حوالہ مذکور ۱۹ / ۱۰/ ۱۳۸۸)

فتنہ کو دفع کرنے کا سب سے اہم راستہ دینی بصیرت ہے چشم بصیرت کے ذریعہ حق کو باطل سے اور صحیح کو غلط سے جدا کرنا ممکن ہے۔ فتنہ دفع کرنے کے لئے بصیرت کے اضافہ کے سلسلہ میں رہبر محترم

فرماتے ہیں۔" تم اپنی بصیرت کو بلندی تک پہونچاؤ اپنی معلومات میں اضافہ کرو۔ میں نے امیر المؤمنینؑ کے جنگ صفین والے جملہ کو لوگوں کے سامنے بار بار بیان کیا ہے حضرتؑ نے فرمایا ولا یحمل ھذا العلم الا اھل البصر والصبر۔ اس علم کے متحمل اہل بصر اور اہل صبر ہوتے ہیں آپ کو یہ معلوم ہے کہ پرچم امیر المومنین کی حیثیت پرچم پیغمبرؐ سے زیادہ سخت تھی کیونکہ پرچم پیغمبرؐ کے نیچے دوست اور دشمن معلوم تھے لیکن پرچم امیر المومنین کے نیچے آنے والے دوست دشمن اس طرح واضح نہیں تھے۔ دشمن بھی وہی بات کر رہے تھے جو دوست کرتے تھے مد مقابل کے خیمے میں بھی وہی نماز پڑھی جارہی ہے ایسے میں آپ کیا کرتے۔۔۔ (حوالہ مذکور ۱۵ / ۶ / ۱۳۸۹)

صاحب بصیرت کے سامنے دشمن کے شکست پر زور دیتے ہوئے رہبر محترم بصیرت کو قطب نما سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔" اگر کسی ملت اور ملک کے جوانوں میں بصیرت موجود ہو توان کے قدم واقفیت کے ساتھ اٹھتے ہیں ان کے سامنے دشمن کے تمام شمشیریں کند ہو جاتی ہیں۔ میدان جنگ میں اگر آپ کو راستہ نہ معلوم ہو قطب نما بھی نہ ہو اور آپ نقشہ بھی دیکھنا نہیں جانتے تو آپ دشمن کے محاصرہ میں آجائیں گے راستہ بھٹک جائیں گے اور دشمن آپ پر مسلط ہو جائے گا۔ اس مقام پر بصیرت ہی قطب نما ہے"۔ (حوالہ مذکور، ۱۵ / ۷ / ۱۳۸۹)

۳۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر

نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا مسلمانوں کا اہم فریضہ اور فروع دین کا جزء ہے" والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیآء بعض یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر" مؤمنین اور مومنات ایک دوسرے کے یاور اور دوست ہیں وہ لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

یہ تربیت اسلامی کی بنیاد ہے۔ قرآن مجید اس فریضۂ الٰہی کے تربیتی پہلو کو پیش کرتا ہے۔" ولتکن منکم امّۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر اولئک ھم المفلحون" تم مسلمانوں میں (جو با تقوی و علم ہیں) وہ خلق خدا کو خیر و صلاح کی دعوت دیتے ہیں لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیں اور برائیوں سے روکیں۔

توجہ کے قابل یہ امر ہے کہ صحیح دینی تربیت سے دینی بصیرت پیدا ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی جتنی زیادہ دینی تربیت ہوگی معاشرہ بصیرت کے اعتبار سے اتنی ہی بلندی تک جائے گا۔ دینی تربیت اور دینی بصیرت میں در حقیقت دو طرفہ رابطہ ہے یعنی دینی تربیت انسانوں کو بابصیرت بناتی ہے اور دینی بصیرت دینی تربیت میں گہرائی اور وسعت پیدا کرتی ہے۔

رہبر معظم نے متعدد بار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جاری کرنے کی تاکید فرمائی اور اسے معاشرہ میں صحیح دینی تربیت کالازم قرار دیا ہے۔اس میں انسانوں کی بصیرت میں اضافہ کی صلاحیت موجود ہے۔اس فریضہ الٰہی کے مندرجہ ذیل کئی محور آپ نے بیان کئے ہیں۔

الف: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ندائے انسانی ہے۔

" یہ فریضہ ہر چند کہ اسلام کا بہت بڑا فریضہ ہے اور قرآن کریم، ارشادات پیغمبرؐ خدا اور امیر المومنین نیز دیگر ائمہؑ کے کلام میں اس پر بہت تاکید کی گئی ہے، اس پر بے مثل اور جھنجھوڑ نے والے انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے لیکن اگر انسان ان تمام باتوں سے چشم پوشی بھی کرلے تو اسے خود اپنے اندر سے اس کردار ساز عمل کی ایسی آواز سنائی دے گی جو اسے فریضہ شمار کرنے پر مجبور کرے گی۔ (حوالہ مذکور ۲۵ / ۸/ ۱۳۷۹)

ب: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اجتماعی مسئلہ ہے۔

" تقوے کے انفرادی مسئلہ میں تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے بہت تاکید کی ہے لیکن اجتماعی مسئلہ میں لوگوں کو جھنجھوڑنے کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے زیادہ سخت اور شدید انداز کسی اور مسئلہ میں نہیں اختیار کیا ہے۔" (حوالہ مذکور ۲۵/ ۹/ ۱۳۷۹)

ج: گھر کے اندر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

آپ فرماتے ہیں۔ " گھر کے اندر بھی نہی عن المنکر کا ہونا ضروری ہے بعض گھروں میں عورتوں کے حقوق کی رعایت نہیں ہوتی بعض گھرانوں میں بچوں کے حقوق کی رعایت نہیں ہوتی ان باتوں کو ان گھرانوں میں یاد دلا کر اس کی پابندی کا مطالبہ کرنا چاہیے۔" (حوالہ مذکور)

ھ۔ مسؤلین کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جائے۔

" مختلف شعبوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہونا چاہئے خصوصاً مسؤلین کا شعبہ بہت اہم ہے آپ ہمیں امر بالمعروف اور نہی عند المنکر کریں، لوگوں کو ذمہ داروں سے کہنا چاہئے کہ وہ اچھا کام کریں (حوالہ مذکور)

د: عمومی طور پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

"امر بالمعروف صرف اتنا نہیں ہے کہ ہم تکلیف ساقط کرنے (خانہ پری) کے لیے دو لفظ کہدیں وہ

بھی ان منکرات کے بارے میں جن کے کے بارے میں یہ معلوم ہی نہیں کہ یہ اہم منکرات ہیں۔ اگر پورے معاشرہ کا یہ فریضہ قرار دیا جاتا ہے کہ ان میں سے ہر فرد نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے تو اس کا کیا مطلب ہے؟ ایک قوم کی ہر فرد اس فریضہ کو کب ادا کرنے والی بن سکتی ہے؟ یہ اسی وقت ممکن ہے جب تمام افراد حقیقی معنی میں ملک کے مسائل سے ہمہ تن وابستہ ہوں اور سب لوگ معاشرہ کے کاموں سے سروکار رکھتے ہوں سب اہتمام کریں، تمام افراد واقف کار ہوں سب معروف اور منکر کی پہچان رکھتے ہوں عمومی نگرانی اور عام حاضری اور تعاون بلند یہی ہے بلند معرفت ہے۔" (حوالہ مذکور ۷/ ۵/ ۷۳ ۱۳)

۴۔ بیداری اسلامی

اپنی شاندار اور درخشاں تاریخ کے باوجود دنیائے اسلام برسوں تک بنیادی اور اندرونی مشکلات کا شکار رہی ہے سامراج نے اپنی استعماری عادت کی بناپر مسلمانوں کو اپنا پابند رکھا اس نے اسلام کو ختم کرنے اور مسلمانوں کا چہرہ مسخ کرنے کی بہت کوشش کی اس راستہ میں اس نے اختلاف، اپنی بنائی ہوئی حکومتوں کی حمایت، قومی ومذہبی فساد اور خوف زدہ اسلام کی موجوں کے ذریعہ مختلف طریقوں سے اس راستہ میں فائدہ اٹھایا۔ ایسے حالات میں امام خمینیؒ نے ایرانی مسلمانوں کی رہبری کرکے استعمار اور داخلی استبداد سے مقابلہ کیا جس کے سبب استعماری طاقتوں اور ان کی قائم کردہ حکومتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں نے دوبارہ کامیابی حاصل کی۔ یہ کامیابی اسلامی دنیا میں بیداری کا سبب بنی اور مسلمان از سرنو اپنی کھوئی ہوئی عظمت پانے والے اور ایرانی عوام کے قیام سے سبق لیکر حکومت اسلامی بنانے کے لئے آگے بڑھنے لگے۔

اسلامی بیداری مسلمانوں کی بصیرت اور قرآن ومعنویت سے تمسک کی دین ہے۔ اسلامی اقدار کے احیاء کے مقصد کے ساتھ یہ پیدا ہوئی اور اب بھی جاری ہے اس کی وجہ سے مسلمان اپنی زندگی اور سرنوشت میں تبدیلی لانے کے لئے واقعی آمادہ ہوگئے یہ حقیقت ناقابل انکار ہے۔

گذشتہ دنوں اسلامی بیداری کا اوج نظروں کے سامنے آیا جب چند کٹھ پتلی حکومتیں یکے بعد دیگرے ڈھیر ہوگئیں اور بہت سارے ملکوں میں انقلاب اسلامی کا سلسلہ اب بھی جاری ہے اسی بناپر کہا جاسکتا ہے کہ اس علاقہ کی ماضی قریب کی تحریکوں کے لئے انقلاب اسلامی نے زمین ہموار کی ہے۔ مقام معظم رہبری اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔ " خدا کی دی ہوئی توفیق کی بناپر اس خطہ میں ایک نئی تحریک کا آغاز ہوا ہے یہ قوموں کی تحریک ہے، اسلامی تحریک ہے۔ یہ تحریک اسلامی مقاصد کی سمت ہے۔ یہ قوموں کی عمومی بیداری کی آئینہ دار ہے خدا کے وعدہ کے مطابق یہ تحریک یقیناً کامیابی سے ہم کنار ہوگی۔ ملت ایران سرفراز ہے، خوش آئندہ کے آغاز کرنے پر اسے فخر ہے کہ اس نے یہاں ثبات واستقامت کا ثبوت دیا ہے

آج جو نئی نسل مصروف کار ہے اس نے انقلاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو نہیں ہے لیکن وہ ماضی کے انقلابیوں سے اگر زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہے۔" (حوالہ ہاں ۱/ ۱/ ۱۳۹۰)

شریعت پر مسلمانوں کی جدید نگاہ اور انسان کے ہاتھوں بنائے ہوئے فلسفوں سے ان کی رہائی کو رہبر معظم، انقلاب اسلامی کی برکت سمجھتے ہیں آپ کا خیال ہے کہ مسلمان اسلامی بنیادوں پر تکیہ کرکے ترقی کرنے میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔" آج تمام عالم اسلام میں امت اسلامی شریعت اسلام اور آئین اسلام پر جدید نگاہ ڈالی جارہی ہے۔ طویل غفلت اور حقائق اسلامی سے صدیوں دور رہنے کے بعد آج بشریت کی آنکھیں کھل گئیں ہیں، اسلامی احکام و معارف کو امت اسلامی کھلی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے اس لئے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے فلسفے اپنی ناتوانی اور کمزوری کا ثبوت پیش کر رہے ہیں آج اسلامی شریعت و معارف سے تمسک کرکے دنیائے اسلام کمال و بلندی کی طرف کاروان بشریت کو لے جارہی ہے۔ آج کی دنیا امت اسلامی کو متحرک کرنے پر آمادہ ہے۔ انسان کی علمی ترقی نے اخلاق، معنویت اور دینی روح جیسی چیزوں کو حاشیہ پر ڈال دیا ہے۔ دانش بشری اور عالم کے طبیعی حقائق پر انسان کی نگاہ نو، امت اسلامی کی تحریک کا باعث بن سکتی ہے، دنیائے اسلام کے سامنے معارف اسلامی، سیرت پیغمبر کلام پیغمبرؐ اور اس سے بڑھ کر قرآن کریم موجود ہے اس کے ذریعہ اسلامی دنیا میں تحریک پیدا ہو سکتی ہے (حوالہ مذکور ۱۷/ ۱/ ۱۳۸۶)

۵۔ سازشوں سے مقابلہ کا راز

دشمن سازشوں کے ذریعہ معاشرہ کو منحرف کرنے اور لوگوں کے یقین کو توڑنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ملت کی بصیرت فتنوں کو ختم اور سازشوں کا ناکام کر دیتی ہے۔

۶۔ حق و باطل کی تشخیص

بصیرت کا ایک کام حق و باطل میں تشخیص دینا بھی ہے جب فضا غبار آلود ہو اور تمیز مشکل ہو تو بصیرت اس میں بڑا اہم رول ادا کرتی ہے۔ وہ راستہ معین کر سکتی ہے۔ رہبر معظم اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ " حق کی پہچان اور راستہ کی تشخص بہت ضروری ہے تاکہ یہ سمجھ میں آجائے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل ہے۔ جو شخص اس راستہ پر چلا وہ حق پر ہے اور جو نہیں چلا وہ باطل ہے۔ حق کا پہچاننا بے حد ضروری ہے۔" (حوالہ مذکور ۳/ ۸/ ۱۳۸۹)

حق و باطل میں تمیز دینے کے سلسلہ میں بصیرت کی کارفرمائی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ " جب تک بصیرت ہو گی اس وقت تک فتنہ کا غبار انسان کو نہ گمراہ کر سکتا ہے اور نہ وہ اشتباہ میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

بصیرت نہ ہونے کی صورت میں ممکن ہے کہ انسان کی نیت ٹھیک ہو لیکن اس کے قدم برائی کے راستہ پر پڑ جائیں۔ (حوالہ مذکور ۶/ ۵/ ۸۹)

ولی امر مسلمین بصیرت کی افزائش پر ہمیشہ زور دیتے رہے اور یہ بتاتے رہے کہ غلط اور صحیح کی شناخت اور دوست ودشمن کی پہچان اسی سے ہوتی ہے " جہاں تک ممکن ہو آپ اپنی بصیرت میں اضافہ اور گہرائی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ دشمن ہماری بے بصیرتی سے استفادہ نہ کرنے پائیں ایسا نہ ہو کہ دشمن، دوست کی شکل میں، حقیقت باطل کی شکل میں اور باطل، لباس حقیقت میں موجود ہو۔" (حوالہ مذکور ۱۱/ ۶/ ۸۹)

۷۔ منحرف اور دشمن سے فیصلہ کن سلوک

منحرف افراد سے سلوک، اسلام کے بنیادی اصول میں داخل ہے جب منحرف گروہ کے لوگ یونیورسٹی پر قبضہ کرکے اس پر اپنا کنٹرول رکھنا چاہتے تھے اس وقت اسی بنیاد پر اوائل انقلاب میں امام خمینیؒ نے فرمایا تھا اور تم اس انتظار میں بیٹھے ہو کہ چند کیمونسٹ مزاج آکر یونیورسٹی پر اپنا قبضہ جمالیں؟ کیا تم ان سے کسی طرح کم ہو؟۔۔۔ تمہاری حجت ان سے زیاد ہے تم ان مسائل کو بیان کرو ان کی خیانتوں کو وہاں واضح کرو۔۔۔ وہ وہاں جانا چاہیں تو ان سے بیٹھ کر باتیں کرو۔۔۔ ہر صورت میں تمہاری فعالیت بہتر ہوگی۔۔۔ تم ان سے آمنے سامنے باتیں کرو۔۔۔ تمہاری تعداد زیادہ ہے تمہاری حجت ان سے بالاتر ہے ان کی خیانت بڑی واضح ہے صرف بیان کرنے کی ضرورت ہے تم اجتماع منعقد کرکے اس میں مطالب بیان کرو" (رجانیوز سائیٹ امام خمینیؒ کے بیانات سے ماخوذ تاریخ ۲۳/ ۳/ ۱۳۵۸)

۸۔ دشمن کی پہچان

اسلام میں دشمن کی پہچان بڑی مرکزی بحث ہے کیونکہ دشمن سے غفلت کی بنا پر تاریخ میں بہت سے قومیں شکست سے دوچار ہوئیں اور استعمار کے زیر تسلط رہ کر زندگی گذارنے پر مجبور ہوئیں۔ حضرت امیر المومنین اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔" جو دشمن کے سامنے سوتا رہتا ہے (غافل رہتا ہے) تو حیلے اسے خواب سے بیدار کردیتے ہیں۔ " نہج البلاغہ (غرر الحکم جلد ۵ ص ۳۴۴)

رہبر عالی قدر نے ملت ایران کے دشمنوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے، ہر ایک کو بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔"ہمارے دو دشمن ہیں ایک اندرونی اور دوسرا بیرونی دشمن ہے اندرونی دشمن زیادہ خطرناک ہے۔۔۔ اندرونی دشمن بری خصلتیں ہیں اور ممکن ہے کہ وہ خود ہم میں موجود ہوں،

کاہلی، کام میں دلچسپی نہ لینا، ناامیدی، حد سے زیادہ خود پسندی، دوسروں کے بارے میں بدنیتی، خود پر اعتماد کا نہ ہونا یہ سب بیماریاں ہیں۔۔۔یہ اندرونی دشمن ہیں، بیرونی دشمن وہی ہے جسے ہم عالمی استعمار کہتے ہیں۔ عالمی استعمار اور تسلط کی چاہت رکھنے والا نظام دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے ایک وہ جو مسلط ہونا چاہتے ہیں اور دوسرے وہ جن پر اپنا تسلط جمانا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی قوم تسلط حاصل کرنے والی طاقتوں سے بچنے کے لیے اپنا دفاع کرتی ہے تو وہ امن کے دشمن بن جاتے ہیں۔ اس پر دباؤ ڈالتے ہیں اور اسے فنا کر دینا چاہتے ہیں یہ اس کے دشمن ہیں جو عزت وآبرو سے ترقی کرنا اور کسی کے زیر نگیں رہنا پسند نہیں کرتے۔ ان کے دشمن بیرونی دشمن ہیں (حوالہ مذکور)

یہ بات یقینی ہے کہ دشمن قومیں معاشرہ کو تباہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ آیت اللہ خامنہ ای دشمن سے مبارزہ کے لیے بصیرت کو ضروری سمجھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ " اگر تمہارے پاس بصیرت نہیں ہوگی اور تم دوست اور دشمن کو نہیں پہچانوگے تو پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمہاری تبلیغات، تمہاری گفت وشنید، تمہارا عمل اس حصہ میں ہوگا جہاں نہ دوست ہیں نہ دشمن، انسان کو چاہئے کہ وہ دشمن کو پہچانے میں غلطی نہیں کرنی چاہئے اس وجہ سے بصیرت اوبینش ضروری ہے۔" (حوالہ مذکور ۵/ ۵/ ۱۳۸۸)

سرنوشت ساز لحہ میں میدان میں اتر جانے والی اور دشمن سے مقابلہ کرنے والی ایرانی قوم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "لوگ جب یہ محسوس کرتے ہیں کہ دشمن نظام اسلامی کے مد مقابل آچکا ہے تو وہ میدان میں اتر آتے ہیں۔ یہ ایمانی تحریک ہے یہ قلبی تحریک ہے یہ ایسی تحریک ہے جس میں خدا کی ہدایت شامل ہے، دست قدرت خدا اور ارادۂ الٰہی موجود ہے یہ وہ چیزیں ہیں جو ہمارے یا ہم جیسے لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں ہیں یہ ارادے پروردگار کے پابند ہیں جب خدائی تحریک ہے تو خدا کے لئے ہے یہاں اخلاص بھی کارفرما ہوگا اور ایسے موقع پر خدا بھی حمایت کرتا ہے (حوالہ مذکور ۱۹/ ۱۱/ ۱۳۸۸)

نتیجہ

اسلامی تعلیمات کے مطابق انسان کا رشد و کمال بصیرت اور روشن بینی میں مضمر ہے اس کے سبب مسلمان اپنے مسائل میں تعقل اور تدبر کے ذریعہ یقین اور بینائی کے ساتھ اپنا راستہ طے کرتے ہیں۔ دشمن سے سرد جنگ، فتنوں کی پہچان ان کے دفاع، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے جاری ہونے، حق و باطل کی شناخت، دشمن کی پہچان اور منحرف معاند کے ساتھ سلوک کے سلسلہ میں رہبر معظم نے ایک صاحب بصیرت اور اسلام سے آشنا شخصیت ہونے کی بنا پر دشمن کی سازشوں کی پہچان اور بیداریٔ اسلامی میں

بصیرت کو کامیابی کا ضامن قرار دیا ہے۔

مذکورہ موارد میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رہبر معظم کی نظر میں مسلمانوں کے لئے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی زندگی کو نمونہ قرار دینا چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں امیرالمومنینؑ کی زندگی ابتدا سے انتہا تک درس ہے آپ کی روش میں ایک نیک انسان اور زمام دار کی تمام وہ نیک صفتیں مشاہدہ کی جاسکتی ہیں جو ہمارے لئے آج بہت بڑی خصوصیت ہیں۔ آج کے انسان کو بصیرت عطا کرنے اور طالب بصیرت کو بصیرت بخشنے اور فضا کو روشن بنانے کے لئے تمام ادوار میں جس چیز کی ضرورت ہے وہ بے پایاں شجاعت، عظیم فداکار ایمان اور فکر کو گہرائی عطا کرنے والی تمام چیزیں آپ کی سیرت میں موجود ہیں (حوالہ بالا، ۲۵/ ۴/ ۱۳۸۹)

مآخذ:

۱۔ قرآن مجید۔

۲۔ نہج البلاغہ۔

۳۔ آملی، حیدر، جامع الاسرار، اسماعیل یحییٰ وہانزی کربن، تہران، (بی تا) ۱۳۴۷ کے مقدمہ کے ساتھ۔

۴۔ امینی، علام حسین (۱۳۶۶) الغدیر، جلد دوم، تہران، دار الکتب الاسلامیہ۔

۵۔ بہشتی، محمد حسین، (بی تا) بررسی علمی زیر بنای ایدیولوژی اسلامی، تہران۔

۶ تمیمی آمدی، عبدالواحد بن محمد (۱۳۶۶) غرر الحکم ودرر الکلم، جلد دوم، تہران دفتر تبلیغات اسلامی۔

۷۔ تمیمی آمدی عبدالواحد محمد (۱۳۶۶)، غرر الحکم ودرر الکلم، جلد پنجم، تہران، دفتر تبلیغات اسلامی۔

۸۔ مجلسی، محمد باقر (۱۴۰۳ق)، بحار الانوار، بیروت دار الاحیاء والتراث العربی۔

۹۔ مطہری، مرتضیٰ (۱۳۸۱)، بیست گفتار، مجموعۂ آثار، تہران، صدرا۔

۱۰۔ مطہری، مرتضیٰ (۱۳۷۸)، مجموعہ آثار، جلد بیست وپنجم، تہران، صدرا۔

۱۱۔ معین، محمد (۱۳۷۴)، فرہنگ فارسی معین، جلد اول، تہران، امیر کبیر۔

۱۲۔ سایٹ مقام معظم رہبری www.khamenei.ir

۱۳۔ سایٹ تحلیلی خبری، رجانیوز www.rajanews.com